ناشر مکتبہ عزیزیہ عزیز نگر مبارک پور

امام احمد رضا

کردار و عمل کے آئینے میں

از

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

ناشر مکتبہ عزیزیہ عزیز نگر مبارک پور

از: اختر حسین فیضی مصباحی

ضخامت: ۵۶ صفحے قیمت:

کمپوزنگ: محمد زاہد اختر، 8604557108

ناشر: مکتبہ عزیزیہ، عزیز نگر، مبارک پور اعظم گڑھ 276404

Publisher:

Maktaba Azizia,

Aziz Nagar, Mubarakpur Azamgarh u.p

Pine:276404

Contact:8604557108

Email:mdzahidakhtar4@gmail.com

اختر حسین فیضی مصباحی

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ ایک ممتاز عالم دین، مستند صاحب تصنیف، صاحب نسبت بزرگ، قابل قدر شیخ طریقت اور بے لوث داعی حق کی حیثیت سے چودھویں صدی ہجری میں اسلامیان ہند پر چھائے رہے، اور اپنی دینی وملی خدمات کی وجہ سے آج بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کررہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اندر اتنی صلاحیتیں جمع کردیں تھیں کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں مختلف النوع صلاحیتوں کے مالک تسلیم کیے گئے، علم و حلم، زہد و تقویٰ، عزم و عزیمت اور فکر و بصیرت آپ کے ممتاز اوصاف ہیں، ان تمام خوبیوں کے ساتھ ایک بڑی خوبی جو آپ کی ذات گرامی میں نمایاں تھی وہ آپ کا بلند کردار اور حسن اخلاق تھا، حسن اخلاق کے تعلق سے حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان من احبکم الیّ احسنکم اخلاقاً-رواہ البخاری-

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک تمھاری سب سے پسندیدہ چیز تمھارا حسن اخلاق ہے۔

وعنہ قال قال، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً -متفق علیہ-

انھی سے مروی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہیں۔

(مشکاۃ المصابیح، ج:٣، الفصل الاول، ص:٨٤، باب الرفق والحیاو حسن الخلق)

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال ان اثقل شیء یوضع فی میزان المؤمن یوم القیامة خلق حسن وان اللہ یبغض الفاحش البذیء. رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح.

ابودرداء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزان میں جو سب سے باوزن چیز رکھی جائے گی وہ حسن اخلاق ہے اور اللہ تعالیٰ فحش گو سے ناراض ہوتا ہے۔

عن عائشة قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یقول ان المؤمن لیدرك بحسن خلقه درجة قائم اللیل وصائم النهار.-راوه ابوداؤد-

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مومن اپنے حسن اخلاق سے رات کو نوافل پڑھنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔(مشکاۃ المصابیح، الفصل الثانی، ص:۸۷-۸۸)

عن ابی هریرة قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ألا أنبئکم بخیارکم، قالوا بلیٰ یارسول اللہ، قال خیارکم اطولکم اعماراً واحسنکم اخلاقاً-رواه احمد-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کیا میں تم میں سے بہتر شخص کی نشان دہی نہ کروں، لوگ عرض گزار ہوئے کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کی عمریں لمبی اور اخلاق اچھے ہوں۔

وعنه قال، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاً-رواه ابوداؤد والدارمی-

انھی سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے لحاظ سے کامل تر مومن وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔(مشکاۃ المصابیح، الفصل الثالث، ص:۹۰)

یہ احادیث کریمہ اس بات کی دعوت دیتی ہیں کہ حسن اخلاق اور عظمت کردار

انسان کو بلندیوں کی راہ دکھاتا ہے اور رسول کریم ﷺ کا قرب عطا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ انسان محبوبیت کی منزل پالیتا ہے۔

جب ہم امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے اخلاق و کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں رسول کریم ﷺ کے اخلاق حمیدہ اور فرمودات عالیہ کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی کے چند گوشے پیش ہیں جن سے آپ کے بلند کردار پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

○ **قناعت:** عن عبدالله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال قد افلح من أسلم ورُزِق كفافاً وقنّعهُ الله بما آتاه. (مسلم.ج:١،ص:٢٣٧، باب:فضل التعفف والصبر والقناعة)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور ضرورت بھر روزی دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اسے دیا، اس پر اسے قناعت کی توفیق سے نوازا۔

حضرت مہدی حسن میاں سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب تاخیر سے آیا، اس میں آپ نے تاخیر کا سبب یہ بیان کیا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لیے، باقی زنان خانے میں بھیج دیے، آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہوچکے تھے اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۵، رضا اکیڈمی ممبئی)

○ **سخاوت:** کرم اور سخاوت کے تعلق سے سرکار ابد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماسئل النبی ﷺ عن شیءٍ قط فقال: لا. (صحیح بخاری، ج:٢،ص:٨٩٢، باب حسن الخلق والسخا)

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ

نے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کبھی بھی سائل کے سوال پر آپ کی زبان مبارک سے لفظ ''نہیں'' نہیں نکلا، اگر آپ کے پاس وہ چیز ہے تو عطا فرمائی ورنہ قرض لے کر سائل کی حاجت پوری فرمائی۔

آقاے کائنات فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا: یاابن آدم انفق اُنفِق علیك. (صحیح مسلم،ج:۱،ص:۳۲۲، کتاب الزکاۃ باب الحث علی النفقه)

اے ابن آدم تو خرچ کر، تجھ پر میں خرچ کروں گا۔

پہلی حدیث میں بیان کیا گیا کہ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں جاتا اور دوسری حدیث میں انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنا معیار حدیث رسول کو بنایا۔ سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کاشانۂ اقدس (کاشانۂ اعلیٰ حضرت) سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکلاً علی اللہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱ص:۵۲-۵۳)

انھیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے، حضور نے ارشاد فرمایا: اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے پیسے ہیں اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لیے رکھے تھے، اگر آپ فرمائیں تو حاضر کردیے جائیں، حالاں کہ آج ڈاک سے ایک منی آرڈر دھائی سو روپے کا آیا تھا اور وہ تقسیم کردیے گئے، پہلے سے آپ آجاتے تو آپ کو بھی مل جاتا، ان بے چارے نے آب دیدہ ہو کر نظر نیچی کرلی اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالے کردیے، یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہوجانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ نہ اس خیال سے کہ عوام مخیر جانیں، نام ونمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا، حقیقۃً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے، اس لیے بعض لوگوں کے

وسوسے رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایااور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اسے اپنے پاس سے خرچ کردیا کرتے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۵۳)

جناب ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا بعد مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف لاکر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے، خادم کو دیکھ کر فرمایا آپ کے پاس رزائی نہیں ہے، خادم خاموش ہوگیا، اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھتے تھے خادم کو اتار کر دے دی اور فرمایا کہ اوڑھ لیجیے، خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رزائی اوڑھ لی۔

انھی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رزائی مجھے عنایت فرمائی اس کے دو تین دن کے بعد اس کی نئی رزائی تیار ہوکر آگئی نئی رزائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر صاحب رات کے وقت آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رزائی ان مسافر صاحب کو عطا فرمائی۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۵۰، قدیم نسخہ)

جناب سید علی صاحب کا بیان ہے میرے والد علیل تھے عسرت کی حالت تھی حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا یہ میں آپ کو نہیں دیتا ہوں بلکہ اپنے دوست کی دوا کے لیے دے رہا ہوں۔

انھی کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی، حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب حضور کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا حضور نے فوراً وہ چھتری حاجی صاحب سے دلوا دی۔

انھی کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب برادر خورد اعلیٰ

حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے حضور کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار کرا کر پیش کی، حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال فردیں تیار کرا کے غربا کو تقسیم کیا کرتے تھے، اس سال کی سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی حضور نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اس کو اوڑھا تھا اتار کر ان کو دے دی۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۵۱، قدیم نسخہ)

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے: جو سلسلۂ سفر جبل پور میں تحریر فرمایا کہ حضرت عیدالاسلام جناب مولانا مولوی عبد السلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکۂ رائج الوقت ایک سفید چینی کی بڑی قاب میں بھر کر بطور نذر حضور کی خدمت میں پیش کیا، جسے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولانا یہی کیا کم تھا، جو آپ نے اس وقت صرف کیا اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا: اسے رکھ لو اور میرے وظیفہ کی صندوقچی اٹھا لاؤ، حاجی صاحب نے وہ روپے سامنے کمرے میں رکھ دیے اور وظیفہ کی ہشت پہل صندوقچی پیش کی جس کا طول تقریبًا ایک فٹ ہوگا اور جس میں ایک طویل سفید کپڑے پر سیاہ ڈورے کے حروف تھے، یہ وظیفہ حضور کو اپنے شیخ سے ملا تھا، جسے بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے اور یہ صندوقچہ مقفل رہا کرتا تھا جس کی کنجی حضور اپنے پاس رکھتے تھے، اس صندوقچی میں بجز وظیفہ کے کوئی اور چیز نہیں رہتی تھی اور نہ اس میں گنجائش تھی کہ دوسری شے رکھی جاتی اب حضور اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ کر کھولتے ہیں، اور ڈھکنا بالکل نہیں کھولتے بلکہ تھوڑا سا اٹھا کر الٹے ہاتھ سے جھکائے رکھتے اور سیدھا ہاتھ بار بار بغیر دیکھے اندر ڈالتے روپے نکالتے اور فرداً فرداً ملازمین و ملازمہ و خدام و رضا کاران وغیرہم پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے، تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر روپے اس صندوقچہ میں کہاں سے آ گئے اور اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ مولانا عبد السلام صاحب کی بہو یعنی برہان میاں صاحب کی اہلیہ کو اور ان کی بچیوں کو طلائی زیورات بلکہ سب سے چھوٹے بچہ کے لیے سلا ہوا کرتا ٹوپی اسی صندوقچی سے

برآمد ہوا حالاں کہ وظیفہ کی صندوقچی اس دوران سفر میں بسا اوقات وظیفہ پڑھنے میں دیکھی گئی بجز وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نظر نہیں پڑا۔

ملک العلماعلامہ ظفرالدین قادری رضوی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو مجھ سے مولانا حسنین رضاخان صاحب نے اسی تعجب کے ساتھ بیان کیا تھابلکہ انھوں نے یہ بھی کہاکہ نہ صرف مولانا عبدالسلام صاحب ہی کے اعزہ کے لیے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبان کی بچیوں کے لیے بھی کافی طلائی زیورات اعلیٰ حضرت نے وظیفہ کی صندوقچی میں سے نکال نکال کر عطافرمائے، یہاں تک کہ سیٹھ صاحبوں نے کہاکہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی کیا خدمت کی جو کچھ دعوت اور خاطر مدارات میں صرف کیا اس سے کہیں زائد کے زیورات اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں کی بچیوں، بہوؤں کے لیے عطافرمائے، مولوی حسنین رضاخان صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے، اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا جگہ بھی نہ تھی، اتنے زیورات اس میں کہاں سے آگئے اور کیسے گنجائش ہوئی، واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیرچشمی کی دلیل ہے جودوسخا کا روشن برہان اسی طرح بین کرامت کا پرزور ثبوت ہے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۵۶-۵۷، قدیم نسخہ)

○ **تواضع:** تواضع وانکسار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اندر حد سے زیادہ تھا، حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس میں میرے اصرار پر بیان فرمایا مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے ہیں، میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہ پایا، دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں، آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا ظاہر کردوں گا، چوں کہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے۔

حضرت سید صاحب موصوف نے فرمایا کہ ایک بار میرے اصرار پر مولانا (احمد رضاقدس سرہ) نے مزار صاحب البرکات پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مؤلفہ مولد شریف

"سرور القلوب فی ذکر المحبوب" بھی پڑھا ہے، ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری کہتے ہیں کہ تواضع و انکساری کی حد ہے، اس لیے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۰)

آپ ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے، ملازم بعد مغرب پان دیر سے لایا جو بچہ تھا، حضرت نے اسے چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا۔ پھر سحری کے وقت سحری کھا کر مسجد کے دروازے پر تشریف لائے... اور اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا اور فرمایا کہ شام کو غلطی ہو گئی تھی جو میں نے تمھیں چپت ماردی، دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا لہٰذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمار ہے ہیں... وہ بچہ پریشان ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور! میں نے معاف کیا، فرمایا: تم نابالغ ہو، تمھیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپت مارو، مگر وہ نہ مار سکا، بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو، مگر وہ بے چارہ یہی کہتا رہا، حضور میں نے معاف کیا، اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سے چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۲)

تواضع کے تعلق سے حدیث شریف میں آیا ہے:

ماتواضع احدٌ لله إلا رفعه اللهُ. (مسلم،ج:۲،ص:۳۲۱، کتاب البر والصلة والادب، باب استحباب العفو والتواضع)

جو صرف اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ ایک جگہ اور ارشاد فرماتے ہیں: ان الله اوحی إلیّ ان تواضعوا حتی لایفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد. (مسلم، ج:۲،ص:۳۸۵، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب: الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة واهل النار)

اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ آپس میں تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ

کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کسی پر زیادتی کرے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے تواضع اور عاجزی کو جب ہم حدیث رسول کریم ﷺ کی روشنی میں دیکھتے ہیں، تو یہ فیصلہ کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ عاجزی اور تواضع نے آپ کو عظمت اور بلندی عطا فرمائی۔

جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی، حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ صاحب سے طلب فرمائی کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی۔ ارشاد فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

○ **خرد نوازی:** آپ چھوٹوں پر بے پناہ شفقت فرماتے اور ان کے بہترین کارناموں پر انھیں خوب خوب سراہتے تھے، جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوا سوہن فروخت کیا کرتے تھے، ان سے حضور نے کچھ حلوا سوہن خرید فرمایا اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے، میں اور برادرم قناعت علی شب کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے، تو قناعت علی سے ارشاد فرمایا: وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں جو بندھا ہوا رکھا ہے اٹھا لایئے، یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے، حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے، میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے، میں اور ہٹا آپ اور آگے بڑھے، یہاں تک کہ میں دالان کے گوشہ میں پہنچ گیا، حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی، میں نے کہا: حضور یہ کیا؟ ارشاد فرمایا: حلوا سوہن ہے، میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کیے ہوئے عرض کیا: حضور بڑی شرم معلوم ہوتی ہے، فرمایا: شرم کی کیا بات ہے، جیسے مصطفیٰ (حضور مفتی اعظم ہند) ویسے تم، سب بچوں کو حصہ دیا گیا، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے، یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا اور دست بستہ عرض کیا: حضور! میں نے جسارت اس لیے کی کہ

اپنے بزرگوں کے ہاتھ میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں، حضور نے تبسم فرمایا، بعدہ ہم لوگ دست بوسی کرکے مکان چلے آئے، حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۶)

ملک العلماعلامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس فتوی کو لیے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا سب سے پہلے جو فتوی میں نے لکھا، تو میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا، آج آپ نے جو فتوی لکھا، یہ پہلا فتوی ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں، غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا، اس لیے کہ فتوی پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط، مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد نے مجھے اول فتوی صحیح پر انعام دیا تھا، اس لیے میں بھی اول فتوی صحیح پر انعام دیتا ہوں، حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔

میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے، اس میں برابر ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفرالدین جعلہ اللہ تعالیٰ کا سمہ ظفرالدین سے شروع فرمایا، فتاوی شریف جلد اول میں میرا نام انھیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء.

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہتا اور اس تعطیل میں مکان نہ آتا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ

مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کوپاوی عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوانی، مولانا مولوی محمد نذیرالحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، اسی لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کی کوئی لڑکا ہوتا تاکہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب و حسب و فضل و کمالات کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب سلمہ کی ولادت ہوئی، نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی، اس خوشی میں من جملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبۂ مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی، بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا، آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا: مچھلی، بھات، چناں چہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی، بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ، بہاریوں کے لیے پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا، پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب چرب گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ غرض ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا، اس وقت خاص عزیزوں مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا، نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انھیں خاص لوگوں میں ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۷۴)

۱۳۳۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا، رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا، اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیئت میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے اور میں اسے صاف کر رہا تھا، ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس ہوں گا، لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم صاحب کا خط پہنچا

کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے، حضور والا مولانا محمد ظفرالدین صاحب کو روانہ فرمادیں اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی، اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا اس لیے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جائیں اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجیے گا، جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن جانے کے لیے سواری آگئی اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ امسال آپ عید میں یہیں رہیں گے، بچوں کے لیے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لیے بھی بنواؤں گا، لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں، اس لیے یہ روپے آپ کی نذر ہیں، مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا، اب تو میں نوکر ہوں میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا، اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور کلکتہ روانہ ہوا۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۸-۴۹)

غریبوں کی دعوت:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ دعوت میں امیر اور غریب کا فرق نہ کرتے بلکہ غریبوں کی دعوت شوق سے قبول کرتے اور ان کی دل داری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے، دیکھیں ذیل کے دو واقعے:

① ایک روز ایک کم سن صاحبزادے اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی بے تکلفی سے آپ سے کہنے لگے کہ میری بوا (ماں) نے آپ کی دعوت کی ہے، کل صبح بلایا ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان کی بے تکلفی پر مزاحاً دریافت فرمایا کہ دعوت میں کیا کھلاؤ گے، صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جسے دونوں ہاتھوں سے پکڑے تھے پھیلا کر دکھا دیا۔ اس میں ماش کی دال اور کچھ مرچیں تھیں اور کہا دیکھیے نا یہ لایا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا کہ میں اور یہ (حاجی کفایت اللہ صاحب کی

طرف اشارہ فرمایا) آئیں گے، اور حاجی صاحب کو حکم دیا کہ ان سے مکان کا پتہ دریافت کر لیجیے۔ صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش لوٹ گئے۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر اعلیٰ حضرت قبلہ اندر سے تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلیے، انھوں نے عرض کیا: کہاں؟ فرمایا صاحبزادے کے یہاں جو کل دعوت کہہ گئے تھے، آپ نے مکان کا پتہ معلوم کر ہی لیا ہوگا۔ حاجی صاحب نے عرض کیا: ہاں حضور ان کا مکان محلہ ملوک پور میں ہے یہ کہہ کر ساتھ ہو لیے۔ جس وقت ان کے مکان پر پہنچے تو صاحبزادے اپنے دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے اندر کو بھاگے ارے مولوی صاحب آ گئے۔ ان کے دروازے پر ایک چھپر پڑا تھا جس کے سایہ میں اعلیٰ حضرت اور حاجی کفایت اللہ صاحب کچھ دیر منتظر کھڑے رہے۔ اس کے بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ایک ڈلیا میں باجرے کی گرم گرم روٹیاں آئیں۔ مٹی کی رکابی میں ماش کی دال آئی جس میں مرچوں کے ٹکڑے ٹوٹے ہوئے پڑے تھے۔ یہ رکھ کر صاحب زادے نے کھانے کو کہا۔ فرمایا: ہاتھ دھونے کے لیے پہلے پانی تو لائیے، وہ پانی لینے مکان میں گئے تو حاجی صاحب نے عرض کیا: یہ مکان تو نقارچی کا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ان سے کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا: ابھی سے کیوں کہہ دیا۔ کھانے کے بعد کہتے۔ اتنے میں صاحبزادے پانی لے کر آ گئے۔ آپ نے ان سے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ کے والد کہاں ہیں، اور کیا کام کرتے ہیں؟ پردے کی آڑ سے ان کی ماں نے عرض کیا کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ وہ پہلے کبھی نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد انھوں نے توبہ کر لی تھی، اور اب تو کمانے والا صرف یہ لڑکا ہے جو راجوں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ان لوگوں کے لیے دعاے خیر و برکت کی۔ حاجی صاحب بھی شریک طعام رہے۔ حاجی صاحب کے دل میں یہ خیال گشت کرتا رہا کہ اعلیٰ حضرت کے کھانے میں گھر پر تو یہ احتیاط برتی جاتی ہے کہ بجائے چپاتی کے سوجی کا بسکٹ ملاحظہ فرماتے ہیں، یہاں باجرے کی روٹی اور ماش کی دال کھانا پڑی ہے، قربان ان اخلاق کریمہ کے کہ میزبان کی دل شکنی کے اندیشے سے کچھ نہیں فرماتے۔ بلکہ میزبان کا دل رکھنے کے لیے پوری توجہ سے کھانا کھاتے رہے۔

غرض یہ کہ وہاں خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ حاجی صاحب کا پورا ساتھ دیا۔ واپسی پر حاجی صاحب سے فرمایا کہ اگر ایسی پُر خلوص دعوت ہوا کرے تو میں روز کھاؤں۔ ورنہ گھر سوائے گوشتِ بز یا چوزے کے اور کوئی چیز پیش نہ کی جاتی تھی۔ یا بعض وہ میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں جو ان کو مضر نہ ہوتیں۔ اس پرہیز کا سبب ان کی علالت اور کمزوری تھی جو ان کو تیرہ چودہ سال کی عمر سے مسلسل بیٹھے رہ کر لکھنے سے عارض ہوئی تھی۔ آخر عمر تک یکساں یہی حالت رہی۔ درد گردہ کے وہ مستقل مریض تھے جس کے کبھی کبھی دورے پڑ جاتے تھے مگر۔ اپنے کام کے آگے وہ ان موانع کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۸-۱۰۰)

② ایک روز ایک صاحب تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی اور ان کے بعض ساتھیوں کی دعوت کر کے چلے گئے۔ دوسرے دن گاڑی آگئی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ اس روز مولانا ظفر الدین صاحب بھی تھے۔ مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان بھی منتظر ملے۔ گاڑی سے اتارا اور اپنے مکان میں چارپائی پر لے جا کر بٹھا دیا۔ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈلیا میں روٹیاں اور رکابیوں میں گائے کے گوشت کا قیمہ رکھ دیا، کھانا شروع ہوا۔ مولانا ظفر الدین صاحب کو خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ تو گائے کا گوشت کھاتے نہیں، ان کے لیے سخت مضر ہے، اگر گوشت شوربے کا پکاتے تو اعلیٰ حضرت شوربا کھا لیتے۔ اور قیمہ میں بلا گوشت کھائے چارۂ کار ہی نہیں ہے۔ یہ اسی خیال میں الجھے ہوئے تھے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے از خود فرمایا مولانا ایک دعا حدیث شریف میں وارد ہے کہ مسلمان اگر پڑھ کر جو کچھ کھائے وہ کھانا ہرگز ضرر نہ دے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيءٌ في الأرض ولا في السماء وهوالسميع العليم.

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جس کا نام نامی ہوتے ہوئے زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں کرتی، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

مسلمان بھی دعا یاد کریں۔ اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو یاد کرائیں، جو کھانے پینے کی ہر چیز سے پہلے کی دعا پڑھ کر دم کریں۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ہر

ارشاد سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مولانا سمجھ گئے کہ میرے دل کے خطرے کا جواب دیا ہے اور اس دعا کی بھی تعلیم فرمائی ہے۔

صاحب خانہ سے مولانا کی بے تکلفی تھی، مولانا نے موقع پاکر صاحب خانہ سے کہا کہ جب آپ کی مالی حالت اس قدر کمزور تھی کہ اعلیٰ حضرت کے لیے پرہیز کا کھانا نہ پکا سکتے تھے تو دعوت ہی کی کیا ضرورت تھی۔ صاحب خانہ بولے کہ غربت ہی کے سبب سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے میرے یہاں قدم آئیں، میں جو کچھ حاضر کر سکوں وہ حاضر کر دوں، اعلیٰ حضرت حسب عادت دعا فرمائیں تو میرے گھر کی نیستی دور ہو، اور خوش حالی آئے، دین و دنیا کی برکتیں حاصل ہوں۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۱۰۰-۱۰۱)

ماں کا ادب واحترام:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسٰنَ بِوٰلِدَيْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوٰلِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾
(پارہ:۲۱، سورہ:لقمان:۱۴)

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی، اوراس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں والدین کی فرماں برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے، اس کے فوراً بعد ان دشواریوں کا بیان ہے جو ماؤں کو حمل کے دوران اور ایام شیر خوارگی میں جھیلنی پڑتی ہیں؛ اس لیے اولاد پر ضروری ہے کہ ماں کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ ہو، ہر آن اُن کی دل جوئی ہو، ان کی طرف سے اگر کوئی ناپسندیدہ چیز ہوتی ہے تو اس کا خوش دلی سے خیر مقدم کریں کہ اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے، ماں کے ادب و احترام کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اس سے

والدہ کے ادب واحترام کا سبق بھی حاصل کریں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام (علامہ حامد رضا) کوگھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے۔ وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جوسنا تو وہ یاد نہ تھا۔ اس پر ان کو سزادی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرماتھیں انھیں کسی طرح اس کی خبر ہوئی، وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو، اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریئے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک دوہتڑ مارا، اعلیٰ حضرت سرجھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں، اس وقت تو جوغصے میں ہونا تھا ہو گیا مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آبدیدہ ہو کر فرماتی تھیں کہ دوہتڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع وفرماں بردار بیٹے کے جس نے خود پٹنے کے لیے پیش کر دیا۔ دوسرا دوہتڑ کیسے مارا۔ افسوس۔

یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بڑوں کی عزت، اسی لیے رب العزت نے ان کو گھر بیٹھے حیرت انگیز وقار عطا فرمایا تھا۔ ان کے دور میں اس کی دوسری کوئی مثال نہیں ملتی۔ دوست دشمن سب ان کا لوہامانتے تھے۔ اور اب بھی جو لوگ ان کو جانتے جارہے ہیں وہ ان کو اپنے دور کا سب سے بڑا رہنما مانتے جارہے ہیں۔ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ ان کی شخصیت سب سے پیش پیش ہے۔ اور ہر نزاعی مسئلہ میں ان کے رسائل وفتاوی پر سب کی نظر ہے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۸)

حضرت سید شاہ اسماعیل میاں قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی صوری و معنوی بنایا۔ اوصاف و

کمالات میں جس کو لے کر دیکھیے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خان صاحب کا انتقال ہوا اپنے حصۂ جائداد کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے، جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۲، قدیم نسخہ)

حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئیں تو حضور جھانسی (۱) تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے ممبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے جو سیدھا ممبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا، اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے لیے بالکل نہ تھا، کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا، زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، صرف ان کی مشایعت مقصود تھی، اسی دوران اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے:

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر   رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے:

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس   رہ گیا ہمرہِ زُوّار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے:

---

(۱) الملفوظ حصہ دوم میں ''جھانسی'' کے بجائے ''لکھنؤ'' ہے۔ (دیکھیے: ''اعلی حضرت کا دوسرا سفرِ حج'' ملفوظات اعلی حضرت، حصہ دوم، ص:۱۸۳، مکتبۃ المدینۃ (دعوت اسلامی) دہلی-۶)

پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب　　　پھر کھنچا دامن دل سوے بیابان عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور دوعالم کا قصد مصمم فرمایا لیکن والدہ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لیے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اجازت مل گئی مطمئن ہوئے ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے، اجازت مل جانے کے بعد سامان سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کو پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا، سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر و خوبی انجام پایا اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا　　　پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی عام طور پر بھی زبان زد ہے ''جیسی نیت ویسی برکت'' یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چوں کہ خاص حضور ﷺ کی زیارت پاک کے لیے تھا اس لیے ویسا ہی ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۲-۴۳، قدیم نسخہ)

مولوی سید شاہ جعفر میاں خطیب جامع مسجد کپور تھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت موثر انداز میں بیان کیا تھا کہ جب جناب مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت نبوی ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ کبیدہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے:

وہ سوے لالہ زار پھرتے ہیں　　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا　　　تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کرکے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور ﷺ سے مشرف ہوئے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۳-۴۴، قدیم نسخہ)

احترام سادات:

سادات کرام کا نسبی تعلق چوں کہ نبی کریم ﷺ سے ہے؛ اس لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس نسبت کے پیش نظر سادات کرام کا بے حد ادب و احترام بجالاتے اور انھیں ہر طرح سے خوش کرنے کی فکر میں لگے رہتے، انھیں کسی بھی طرح ناراض دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

علماے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت و اضافت ہے اس کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزء رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں اور ان پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا، اس لیے کہ کسی سید صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا جز ہیں پھر اس اعتقاد و نظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے سب درست و بجا ہے، اعلیٰ حضرت اپنے قصیدۂ نور میں عرض کرتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　　تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانا نور

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک کم عمر صاحب زادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لیے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں، لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحب زادے صاحب سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں، کھانا وغیرہ جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے، چناں چہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی کچھ

عرصہ بعد وہ صاحب زادے خود ہی تشریف لے گئے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۱، قدیم نسخہ)

انھی کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عید الفطر بعدِ نماز دست بوسی کے لیے عوام نے ہجوم کیا مگر جس وقت قناعت علی دست بوس ہوئے حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لیے یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں، غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہیں۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۱، قدیم نسخہ)

حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلا قصد پہنچ گئیں، موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا، فرمایا: تشریف رکھیے اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر حصے آسکیں بھر کر لاؤ چناں چہ فوراً تعمیل ہوئی سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا ہاں قلب کو ضرور تکلیف ہوئی جسے برداشت نہ کر سکا، فرمایا سید صاحب یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی اور قاسم شیرینی سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے انھوں نے فوراً تعمیل کی۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۳، قدیم نسخہ)

بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم ممبئی کے برادر خرد مولوی نور محمد کی آواز جو بسلسلہ تعلیم

مقیم آستانہ تھے، باہر سے قناعت علی قناعت علی پکارنے کی گوش گزار ہوئی، انھیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو ایسے پکارتے ہو؟ کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا، مولوی نور محمد نے ندامت سے نظر نیچی کرلی۔ فرمایا: تشریف لے جائیے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیے، اسی تذکرہ میں فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانہ میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے، ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچتے ہیں، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاو کیا گیا، عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انھوں نے رات بھر شریف صاحب کو برابھلا کہا اور بددعائیں دیں، صبح ہوتے آنکھ لگ گئی، خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، ارشاد فرماتے ہیں: مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کو بددعا کرنے کو رہ گئی تھی، پھر فرمایا: سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ تصور کرے کہ شاہ زادے کے پیروں میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے دھو رہا ہوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۴، قدیم نسخہ)

ملک العلما لکھتے ہیں: محبی مخلصی حامی دین متین مولانا مولوی سید شاہ ابو سلیمان محمد عبدالمنان صاحب قادری چشتی فردوسی ابوالعلائی منعمی مفتی و صدرالمدرسین مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کرکے مجھے عنایت کریں، اگرچہ میں نے اخبار ہمدرد دہلی و دبدبہ سکندری رام پور میں اس کا اعلان بھی کر دیا ہے لیکن خاص حضرات کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو جانے پر زبانی بھی فرمائش کر دیتا ہوں، چناں چہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا جو بہت جامع ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے اس لیے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے۔

۷۸۶

محبی محترمی　　　　　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اخبار ہمدرد میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت

اور اہم کام جو مسلمانان عالم کے لیے مفید اور کار آمد ہو گا، اپنے سر لیا یعنی اعلیٰ حضرت، حامی سنت ماحی بدعت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا قاری حافظ شاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح حیات جمع کر کے منظر عام پر لائیں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو سنی مسلمانوں کے لیے خصوصًا اور دیگر مسلمانوں کے لیے عمومًا مشعل ہدایت بنائیں، پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ معلوم ہوں وہ بذریعۂ ڈاک ارسال فرمائیں جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بلاشبہہ یہ طریقہ جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے تدوین حالات کے لیے ازبس مفید ثابت ہو گا۔ اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ تو آفتاب شریعت ماہتاب طریقت ہے، دنیا کا کون ساخطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو، دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا، سچ ہے: ”والفضل ما شهدت به الاعداء“۔ علمائے عصر و فضلائے دہر خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے، ہندوستان تو ہندوستان علمائے مکہ، مدینہ۔ زادہما اللہ شرفًا و تعظیما۔ و روم و شام، مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔

مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ھ کے موسم بہار میں زیارت کا موقع ملا یوں تو عرصۂ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ و تحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہیہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا اس کا قائل بھی تھا اور در حقیقت انہی رسائل و تحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا، بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا تو برسوں کی تمنائے دلی بر آئی، بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا، طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں پہنچا، حضرات اساتذۂ کرام سے ملاقاتیں کیں، اور دلی تمناؤں کے اظہار کا موقع بھی ہاتھ آیا، اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجت میں پہنچایا اور میری پوری رہبری کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب

کہ تحریک خلافت و ترک موالات اپنے پورے شباب پر تھی اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناءً علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں اور جناب مولانا سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہوگئی تھی جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں۔ چناں چہ جیسا سنا کرتا تھا اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں اور اخلاق نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں، آپ کی زیارت نے بتمام و کمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں وہ کم ہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے تو آپ نے بڑی عزت بخشی اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرما دیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا اور ان دو دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کیے، پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ کچھ نقد روپے جو الہ آباد کی آمد و رفت میں صرف ہوسکتے ہیں بلکہ کچھ زائد تھے مرحمت فرمائے، فقیر نے تو پہلے انکار کیا، لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں اسے لے لیجیے تو فقیر نے وہ رقم لے لی اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیتہً علاحدگی اختیار کر لی پھر بعد وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا، بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیت نے اپنے فیوض برکات سے محروم نہ رکھا۔ وللہ الحمد والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآخر دعوینا ان الحمد رب العلمین فقیر الی المولیٰ تعالیٰ سید شاہ ابوسلمان محمد عبدالمنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابوالعلائی غفرلہ الباری مفتی و صدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سٹی ۷/دسمبر ۱۹۴۷ء یوم یک شنبہ۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۴ تا ۲۰۶، قدیم نسخہ)

جس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی سمت میں جس میں کتب خانہ

نیا تیار ہو رہا تھا، عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں قادری صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا، اسی طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹک پہنچ جایا کرتے جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی آئیں اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات پر نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں انھوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکھن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہو پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقازادے ہیں معذرت کی کیا حاجت ہے؟ میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی پان منگوایا ان کو کھلایا جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرہ پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا وہ دست بوس ہو کر رخصت ہوئے، عجیب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خان خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے کوئی شخص باہر کمرہ پر نہ تھا جو سید صاحب کو

مکان زنانہ ہونے کی خبر دیتا، جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے مگر ہمارے پٹھان نے وہ عزت وقدر کی کہ دل خوش ہو گیا، واقعی حب رسول ہو تو ایسا ہو۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۰۶ تا ۲۰۸، قدیم نسخہ)

علامہ حسنین رضا خاں صاحب کا بیان ہے:

اعلیٰ حضرت کا خاندان سادات کی عزت وعظمت کے لیے مدت سے مشہور ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا مولانا رضا علی خاں روزانہ نماز فجر پڑھ کر سادات کرام نو محلہ کی خیریت معلوم کرنے اور سلام عرض کرنے جایا کرتے تھے۔ ان کے اس معمول میں کسی مجبوری ہی سے فرق پڑتا تھا۔ یہ خاندان نجیب بھی سادات کرام کا عجیب خاندان تھا۔ ان کے اخلاق کریمہ یہ کہوا لیتے تھے کہ ان کی رگوں میں خونِ سرکارِ رسالت ہے اور سارا خاندان حسین وجمیل خوب صورت اور خوب سیرت تھا۔ مولانا رضا علی خاں صاحب کے بعد مولانا نقی علی خان بھی اسی خاندان سے وابستہ رہے۔ ہر تقریب میں ہر دعوت میں وہ اپنے یہاں سادات کرام کو ضرور شریک کرتے تھے۔ اور ان کا اعزازی حصہ سب سے دوگنا ہوتا تھا، اعلیٰ حضرت اگر کبھی ناخوش ہوتے تو کھانا یا حقہ یا پان چھوڑ دیتے تھے جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی تھی کبھی مجاہدہ ہو ہی جاتا تھا۔ پہلے تو خاندان والے اور احباب اس غصہ کے فرد کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر وہ اس مجاہدہ کو ختم نہ کرا سکے تو سید صاحبان سے عرض کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کو سید صاحب کے حکم کی تکمیل کرنا پڑتی تھی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی۔ اس میں بھی کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا۔ سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائگاں گئی۔ سید مقبول صاحب کی خدمت میں نو محلہ حاضر ہوئے عرض کیا: آج دو مہینے ہونے کو آئے کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے، ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں، آپ ہی انھیں مجبور کر سکتے ہیں، اس پر انھوں نے فرمایا کہ ہماری زندگی میں انھیں یہ ہمت ہو گئی ہے کہ وہ کھانا چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ابھی کھانا تیار کراتا ہوں اور لے کر آتا ہوں، حسب وعدہ سید مقبول صاحب

ایک نعمت خانہ میں کھانا لے کر خود تشریف لائے، اعلیٰ حضرت قبلہ زنانے مکان میں تھے۔ سید صاحب کی اطلاع پاتے ہی باہر آ گئے، سید صاحب سے قدم بوس ہوئے۔ اب بات چیت شروع ہوئی۔ سید صاحب نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ میں تو روز کھاتا ہوں۔ سید صاحب نے فرمایا: مجھے معلوم ہے جیسا آپ کھاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ حضور میرے معاملات میں اب تک کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ میں اپنا سب کام بدستور کر رہا ہوں، مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تو سید صاحب قبلہ برہم ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے اچھا تو میں کھانا لیے جاتا ہوں کل میدان قیامت میں سرکار دوجہاں کا دامن پکڑ کر عرض کروں گا کہ ایک سیدانی نے بڑے شوق سے کھانا پکایا اور سید لے کر آیا مگر آپ کے احمد رضا خاں نے کسی طرح نہ کھایا۔ اس پر اعلیٰ حضرت کانپ گئے، عرض کیا کہ میں تکمیل حکم کے لیے حاضر ہوں۔ ابھی کھائے لیتا ہوں۔ سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو کھانا تم جب ہی کھا سکتے ہوں جب یہ وعدہ کرو کہ اب عمر بھر کھانا نہ چھوڑو گے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے عمر بھر کھانا نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے سامنے انھیں کھلایا اور خوش خوش تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت کے لیے سادات کرام کا جائز حکم آخری ہوتا تھا۔ سادات کرام کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کو سوائے تکمیل حکم کے کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوتا تھا۔ ہم نے ان کے والد ماجد کا دور تو نہ دیکھا مگر یہ دیکھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کے یہاں سادات کرام ہی کا حکم نافذ ہو سکتا تھا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سرکار دوعالم کی آخری وصیت اني تارك فيكم الثقلين: كتاب الله و عترتي۔ (ترجمہ) میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑ تا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد اس پر پورا پورا عمل کر کے اس دور میں اعلیٰ حضرت قبلہ ہی نے دکھایا۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۵-۹۷)

ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں ایک سید صاحب تشریف لائے اور زنانہ دروازہ کے قریب جا کر آواز دی، دلواؤ

سید کو، اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنی آمدنی سے اخراجات دینیہ کے لیے دو سو روپے ماہ وار مقرر فرمایا تھا، اس مہینے کے روپے اسی دن حضرت منجھلے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضر کیے تھے جن میں دس کے نوٹ پانچ کے نوٹ، روپے، اٹھنیاں، چونیاں، دونیاں، پیسے سب تھے، اس زمانے میں ایک روپے کا نوٹ نہ چلا تھا، نہ اکنی کا رواج ہوا تھا، اعلیٰ حضرت نے سید صاحب کی آواز سنتے ہی آفس بکس کا وہ حصہ جس میں یہ رقمیں تھیں لے کر باہر تشریف لائے اور ان سید صاحب کی خدمت میں پیش کر کے فرمایا: حضور! حاضر ہیں، سید صاحب اس رقم کو دیر تک دیکھتے رہے، جو ایک ایک خانہ میں ایک ایک رقم علاحدہ علاحدہ رکھی ہوئی تھی، اس کے بعد چونی کے خانے میں سے ایک چونی اٹھالی اور فرمایا: بس آپ لے جائیے، اس وقت اعلیٰ حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا: جب سید صاحب کو دیکھو ایک چونی نذر کر دیا کرو، ان کو مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

حضرت حسن میاں صاحب (بریلوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب نعتیہ شعر کہا ہے یہ اسی کا اتباع ہے:

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو جو بھیک لیے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

وہ سید صاحب بھی واقعی سید تھے اور وقت ضرورت بقدر ضرورت ہی سوال کرتے تھے، ورنہ اگر وہ چاہتے تو دس بیس روپے کے نوٹ اٹھا لیتے، بلکہ اعلیٰ حضرت نے میرے دریافت کرنے پر فرمایا: اس وقت اگر سید صاحب پورے دو سو روپے لے لیتے تو مجھے اصلاً عذر نہ ہوتا میں تو اسی غرض سے لایا ہی تھا، میں نے وہ رقم ایک سائل کے سامنے نہیں پیش کی تھی، بلکہ اولادِ رسول کی خدمت میں حاضر لایا تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۵۴، قدیم نسخہ)

ایثار:

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، چھوٹی بیٹی کا انتقال باپ کی زندگی ہی میں ہو گیا اب دو صاحب زادیاں اور تین صاحب زادے بچے، صاحب زادوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱)امام احمد رضا خاں (۲) مولانا حسن رضا خاں (۳) مولانا محمد رضا خاں۔

اخیر زندگی میں آپ نے اپنی جائداد کی تقسیم کی تو اعلیٰ حضرت کو سب سے زیادہ دیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمام وارثین کے درمیان برابری کا معاملہ ہو، لیکن شریعت کی طرف سے اتنی اجازت ہے کہ اگر کسی کے اندر فضل و کمال ہو یا اور کوئی ترجیحی وجہ ہو تو باپ اسے زیادہ دے سکتا ہے، اب تقسیم کی روداد، مولانا حسنین رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیے:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دوران علالت علاقے کی تقسیم کا دفعتاً ارادہ کر لیا اور دو موضعوں کی حقیت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلم مواضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہوار ان کے دونوں بھائیوں کو ان مواضعات کی آمدنی سے دینا لکھے۔ وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خاں اور مولوی محمد رضا خاں اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے۔ عم مکرم مولوی محمد رضا خاں تو بہت کم عمر تھے۔ ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی، مذکورہ بالا مسودہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت قبلہ) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرادوں۔ والدہ صاحبہ نے وہ مسودہ اعلیٰ حضرت کو دیا، آپ نے دیکھا دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا کہ اس مسودہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں۔ نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسند کرتا ہوں۔ میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصے کر دیے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے جس کا ہے۔ اور اس مسودہ کو غالباً چاک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزگوار کو پہنچا دیا۔ تو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ان کی والدہ محترمہ سے فرمایا: یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی کچھ دنیا کما کر ان پچاس پچاس روپے میں اضافہ کر لیا کریں گے، جو ان کے گزارے کے لیے کافی ہو گا، جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا، اس میں کل کی آدھی جائداد اعلیٰ حضرت

قبلہ کو لکھی اور بقیہ آدھی جائداد میں ان دونوں بیٹوں کو شریک کر دیا، اور یہ مسودہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کو دیا کہ امن میاں کو دکھاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلد ہی رجسٹری ہو جائے، چناں چہ وہ مسودہ رجسٹری ہو گیا، اور چند ہی روز بعد حضرت مولانا نقی خاں والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وفات پائی۔ فاناللہ وانا الیہ راجعون۔(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۱۰۴-۱۰۵)

اس تقسیم کا نفاذ چوں کہ حق پدری کے حکم سے ہوا تھا اس لیے اعلیٰ حضرت کو بادل ناخواستہ ماننا پڑا، مگر اس کے بعد انھوں نے کیا کیا دیکھیے ذیل کی عبارت:

ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپے سے دوسری جائداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد میری جائداد کے برابر کریں، اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی خاں صاحب کے چچازاد بھائیوں کے پاس تھے، وہ چار بھائی تھے، خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی، انھوں نے مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں وہ ہارتے رہے، انھیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائداد کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے، جب سے مقدمہ بازی بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہو گئی اور یہ بھی ہوا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کی اولادیں بڑھیں، رہائشی مکان ناکافی ہو گیا تو مکانات آپس میں تقسیم کر کے تینوں بھائی علاحدہ علاحدہ اپنے مکانوں میں منتقل ہو گئے، اب خرچ بہت بڑھ گیا، اس وجہ سے بھی جائداد کی خریداری روکنا پڑی، ادھر ان کے بھائیوں نے بھی دیکھا کہ اس جُزرسی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت ہی کے اخراجات میں تنگی ہو جاتی ہے انھوں نے بھی اس اسکیم کو بند کرا دیا، اس ترکیب سے کافی جائداد خرید کے ان کے دونوں بھائیوں کے نام کی گئی، مگر پھر بھی ان بھائیوں کی آمدنی انفرادی طور پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی آمدنی سے کچھ کم ہی رہی، ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انھوں نے میرے باپ اور چچا کو زمیں دار بنایا، ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہ وار پاتے اور

عمر بھر دنیا کی کش مکش میں پڑے رہتے، مگر اعلیٰ حضرت کے اخراجات دیکھتے ہوئے میرے نزدیک علاقے کی پہلی تقسیم زیادہ مناسب تھی، ایثار کی ایسی کوئی مثال اس دور میں میری نظر سے نہ گزری، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اگر تارک الدنیا (اگرچہ وہ اسے پسند نہ فرماتے تھے) ہوکر ساری جائداد بھائیوں کو دے دیتے تو کوئی کمال نہ تھا، مگر دنیا میں رہ کر دنیا پر اتنی زبردست ٹھوکر جمانا انھیں کا دل گردہ تھا، یہ ایثار اس عمر میں کیا جس عمر میں ہر آدمی امیدوں، آرزؤں، ارمانوں، امنگوں کی رو میں بہتا ہے، اس عمر میں اسے بڑا لالچ ہوتا ہے، اور تحصیل زر کے سلسلے میں حلال وحرام کا امتیاز بھی نہیں کیا جاتا۔(سیرت اعلیٰ حضرت، ص۱۰۵-۱۰۶)

روزے کی پابندی:

حضرت علامہ حسنین رضا خاں بن علامہ حسن رضا بریلوی لکھتے ہیں:

روزے کی قضا کے بارے میں نہ ان (امام احمد رضا) کے کسی بڑے کی زبانی سنا، نہ کسی برابر والے نے بتایا، نہ ہم چھوٹوں نے کبھی ماہ مبارک کا کوئی روزہ قضا کرتے دیکھا بعض مرتبہ ماہ مبارک میں بھی علالت ہوئی مگر اعلیٰ حضرت نے روزہ نہ چھوڑا، اگر کسی نے بہ اصرار عرض بھی کیا کہ ایسی حالت میں روزے سے کمزوری اور بڑھے گی تو ارشاد فرمایا کہ مریض ہوں تو علاج نہ کروں؟ لوگ تعجب سے کہتے تھے کہ روزہ بھی کوئی علاج ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اکسیر علاج ہے میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بتایا ہوا اکسیر ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: صوموا تصحوا۔ روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۳)

مسجد کی حاضری:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے اتنے پابند تھے کہ تکلیف اور پریشانی میں بھی وہ گھر میں فرض نماز پڑھنا پسند نہ کرتے تھے، مسجد کی حاضری کی اہمیت اور اس کا ثواب ان کے سامنے تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: مرد کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ، گھر میں اور بازار میں پڑھنے سے پچیس درجے زائد ہے، اور یہ یوں کہ جب اچھی طرح وضو کرکے مسجد کے لیے نکلا تو جو قدم چلتا ہے اس سے پچیس درجہ بلند

ہوتا ہے اور گناہ مٹتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو ملائکہ برابر اس پر درود بھیجتے ہیں جب تک اپنے مصلے پر ہے اور ہمیشہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کر رہا ہے۔

(رواہ البخاری و مسلم وغیرہ)

ایک دوسری حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: تکلیف میں پورا وضو کرنا اور مسجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔ (رواہ البزار و ابو یعلیٰ) [بہار شریعت، ج:۳، ص:۱۴۷-۱۴۸]

ان احادیث کی روشنی میں اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ عمل ملاحظہ فرمائیے:

اعلیٰ حضرت قبلہ کا ایک سال پاؤں کا انگوٹھا پک گیا، اور اس میں ان کے خاص جراح جو شہر میں سب سے ہوشیار جراح تھے جن کو بعض سول سرجن بھی خطرناک آپریشن میں شریک کرتے تھے، مولا بخش مرحوم، انھوں نے ان کا آپریشن کر دیا پٹی باندھنے کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ حضور اگر حرکت نہ کریں گے تو یہ زخم دس بارہ روز میں خشک ہو سکے گا ورنہ زیادہ وقت لگے گا، وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔ یہاں یہ ممکن نہ تھا کہ مسجد کی حاضری اور جماعت میں پابندی ترک کر دی جائے۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ جب ظہر کا وقت آیا آپ نے وضو کیا اور کھڑے نہ ہو سکتے تھے تو بیٹھ کر پھاٹک تک آ گئے، وہیں سے لوگوں نے کرسی پر بٹھا کر مسجد تک پہنچا دیا۔ اور اس وقت اہل محلہ خاندان وغیرہ نے یہ طے کیا کہ علاوہ مغرب کے ہر اذان کے بعد ہم سب میں سے چار مضبوط آدمی کرسی لے کر زنان خانہ میں حاضر ہو جایا کریں گے، اور پلنگ ہی پر سے کرسی پر بٹھا کر مسجد کی محراب کے قریب بٹھا دیا کریں گے، اور مغرب کی نماز کے وقت اندازے سے حاضر ہو جایا کریں۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ تک بڑی پابندی سے چلتا رہا، جب زخم اچھا ہو گیا اور آپ خود چلنے کے قابل ہو گئے تو یہ سلسلہ ختم ہوا نماز تو نماز ہے ان کی جماعت کا ترک بھی بلا عذر شرعی کسی صاحب کو یاد نہ ہو گا، ان کے بزرگوں اور ہم عمروں کے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ابتدا سے نماز با جماعت کے سخت پابند رہے، گویا قبل بلوغ ہی وہ اصحاب ترتیب کے زمرے میں داخل ہو چکے تھے اور وقت وفات تک صاحب ترتیب ہی رہے، جمعۃ

الوفات ہی ایسا جمعہ ہوا جس کو مسجد میں ادا نہ کرسکے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۳-۹۴)

طریقۂ اصلاح:

علامہ حسنین رضا خاں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ محب اللہ خاں صاحب مرحوم (جو بڑے غریب تھے بڑے اکھڑ پٹھان تھے) بڑے نمازی تھے، سوداگری محلہ میں رہتے تھے، وہ کبھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی ملازمت کرتے تھے اور کبھی وہاں سے ناراض ہوکر حلوائی کا خوانچہ لگا لیتے تھے، یوں ان کی گزر اوقات تھی، وہ ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہوئے اور انھوں نے سنتوں کی نیت کی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس وقت وظیفہ پڑھ رہے تھے، وہ اپنے وظیفے میں دوسرے نمازیوں کی نگرانی فرماتے تھے کہ وہ کس طرح نماز ادا کررہے ہیں۔

محب اللہ خاں صاحب کو اعلیٰ حضرت قبلہ نے دیکھا کہ وہ رکوع میں اوپر کو سر اٹھائے ہوئے جانب قبلہ دیکھتے رہتے ہیں، جب انھوں نے سلام پھیرا تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ رکوع میں آپ سر اٹھائے آگے کو کیوں دیکھتے ہیں، وہ بولے تو کیا میں رکوع میں کعبہ سے منہ پھیر لوں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ سجدہ آپ کیا ٹھوڑی پر کرتے ہیں؟ اس واسطے کہ پیشانی زمین پر رکھنے سے کعبہ سے منہ پھر جاتا ہے، اس پر وہ سناٹے میں رہ گئے، مگر اس نماز کے بعد انھوں نے رکوع میں حسب ہدایت پاؤں کی انگلیوں پر نظر رکھی، منہ اٹھا کر سامنے کی طرف نہ دیکھا۔

یہ مسئلہ اگر انھیں مسئلہ کے طور پر سمجھایا جاتا تو وہ نہ سمجھ سکتے تھے اور اپنے بنائے ہوئے اصول کو ہر گز نہ چھوڑتے، مگر اعلیٰ حضرت کے اس معارضہ نے ان کے خود ساختہ اصول کو درہم برہم کردیا، اور اس معاملے میں ان کے دماغ کی کایا پلٹ دی۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۱۰۸)

مساوات اسلامی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں، حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے

یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے اور ان کے محلے کا ایک بے چارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پر پڑی تھی جھجھکتے ہوئے بیٹھا تھا کہ خان صاحب نے نہایت کڑے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا، حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں، کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کے لیے آئے وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں حضور نے فرمایا کہ بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو، مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر تو ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے اور فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے، خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں، پھر خود ہی فرمایا: میں ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔

تعظیم و توقیر اکابر:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح اشداء علی الکفار کے مصداق تھے، اسی طرح رحماء بینھم کی بھی زندہ تصویر تھے، علمائے اہل سنت کی عزت وقدر ایسی کرتے کہ باید و شاید، خصوصاً حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت عزت کرتے تھے۔ "قصیدہ آمال الابرار و آلام الاشرار" میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے:

اذا حلوا تمصرت الابادی
اذا راحوا فصار المصر بید[۲]

(۲) مطبوعہ قصیدے میں یہ شعر اس طرح ہے:

یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانے میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے وہ پر رونق شہر ہوجاتا ہے اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہوجاتا ہے۔

جس زمانہ میں محض برکت کے لیے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (اور نہ عربی اشعار کے زیر زبر دیے ہوئے ہیں ہر شعر کے نیچے اس کا ترجمہ کیا ہوا ہے، خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوئی ہیں، اس میں پڑھنے کی کیا حاجت) جب اس شعر پر پہنچا، میں نے کہا یہ تو محض مبالغۂ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: نہیں بلکہ بالکل واقعہ ہے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی، عجیب رونق چہل پہل ہوجایا کرتی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودے کہ سب لوگ موجود رہتے مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھاجاتی۔

اس عزت و توقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہوجاتا تھا، حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک بار ان دونوں حضرات میں مسئلہ عینیت و غیریت صفات باری تعالیٰ پر بحث ہوئی، مولانا عبد القادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے، آخر یہ ٹھہری کہ سیتاپور چلیے اور وہاں حضور جد امجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مولفہ کتاب آئین احمدی کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں، ان میں فرق کو دیکھ لیجیے، دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً آئین احمدی کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مولفہ حضرت سید احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں مولانا عبد القادر صاحب نے نکال کر

إذا حلّوا تمصرتِ الفيافی وحين ترحّلوا الأمصارُ بيد (فيضی)

دکھائی، اسے دیکھ کر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کیے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے، اس لیے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے لیکن چوں کہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں، اس لیے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۴-۴۵، قدیم نسخہ)

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں جب بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے ہاتھ دھلاتے، حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہ زادہ صاحب انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجیے تو میں نے اتار کر دے دیے اور وہاں سے ممبئی چلا گیا ممبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا! بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے، (یہ دونوں طلائی تھے) اور والا نامہ میں مذکور تھا "شاہ زادی صاحبہ "یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں" یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ اور ساتھ ساتھ اکابر ومشائخ کی تعظیم وتوقیر۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۴۵، قدیم نسخہ)

اخلاق کریمانہ:

حضرت ملک العلما لکھتے ہیں: ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علاحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے، ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقۂ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے، اتفاق وقت کی کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتا لکھا واقعی یا فرضی وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے، اس لیے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا، اس وقت تو خاموش رہے، لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے

جانے لگے حضرت کو روک کر کہا اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا کسی بد تمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے، اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں، میری راے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کے لیے ذریعۂ عبرت و نصیحت ہو ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھیے، اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھیے ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہو گا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام و اکرام، جاگیر و عطیات سے مالا مال کر دیجیے پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجیے گا، انھوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشتہا پشت کو کافی ہو؛ مگر میری وسعت سے باہر ہے، فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچائیے ”کل امرءٍ بما کسب رھین“۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۶۹-۷۰، قدیم نسخہ)

یہ واقعہ پیش کرنے کے بعد حضرت ملک العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ اس قسم کے گالی نامے جاہل عوام بد تمیز لوگ لکھا کرتے ہیں کیوں کہ بے چارے علم سے کورے ہیں، جب سنتے ہیں کہ ہمارے پیر کا فلاں صاحب نے رد کیا ہے ان کے رسائل و مسائل کا جواب لکھا ہے تو ہوش میں نہیں رہتے، جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں، چوں کہ علمی سرمایہ سے بے بہرہ ہیں اس لیے وہ نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں کہ بات کیا ہے، کون حق پر ہے، کس کی زیادتی ہے، ان کے

پاس علمی سرمایہ تو ہے نہیں جو علمی باتوں کا جواب دے سکیں، اس لیے بے چارے جو پونجی رکھتے ہیں وہی پیش کرتے ہیں اور گالیوں میں ماں بہن کی مغلظات تک دینے سے باز نہیں آتے، لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی کا انتقال ہوا اور ان کے معتقد خاص مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ایک کتاب دو حصوں میں بنام ''تذکرۃ الرشید'' چھاپی۔ اس کتاب میں کیا ہونا چاہیے موضوع کتاب تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے حالات اس کتاب میں ہوں مگر ہے کیا؟ مولوی صاحب کے حالات تو چند ورقوں سے زائد نہیں، لیکن ان کے دادا پیر، اپنے ہم خیال لوگوں کی خوبیوں کا طومار اور علمائے اہل سنت و جماعت پر طعن و تشنیع کی بوچھار ہے اور خصوصًا سنی حضرات میں جنھوں نے تقریراً یا تحریراً گنگوہی صاحب کا رد کیا ہے اور حق کی حمایت کی ہے ان کی توہین و تذلیل میں تو کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جھوٹے کھوٹے واقعات اور قصے گڑھ کر سنیوں کی دل آزاری کی اور اپنے اوصاف باطنی کا جلوہ دکھایا ہے، اس وقت معلوم ہوا کہ یہ گالی نامے جاہلوں کے کام نہ تھے بلکہ ''اس حمام میں سب ننگے'' کا مضمون ہے ان کے یہاں کے پڑھے لکھے عوام کے کان کترتے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۷۰، قدیم نسخہ)

اتباعِ شرع و تقویٰ:

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی خیر آباد گئے، مولانا عبد القادر صاحب نے مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی سے ملنے کے لیے جانے کا ارادہ کیا حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کہہ کر ہم راہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی کے متعلق مسموع ہوا ہے کہ وہ فقہائے کرام و علمائے اعلام کے خلافِ شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی، اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی، آپ وہاں تشریف لے جائیں اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش خیر آباد میں فقیہ تھے

اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم اللہ دیا خیر آبادی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۷۶، قدیم نسخہ)

ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانہ میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہمچاری صاحب آئے ہوئے ہیں اور بعد نماز جمعہ مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے، ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا، میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے، مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے تو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مولانا بدایونی سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کرلیں اس لیے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قراءت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان وقصور مسموع ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۷۷، قدیم نسخہ)

ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدۃً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے حضور نے نیچی نظر کرلی اور انھوں نے کچھ عرض کیا حضور نے بغیر نظر اٹھائے انھیں جواب دیا چوں کہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانوؤں تک مرد کا جسم عورت ہے اور اس کا چھپانا واجب اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیے اس کے بعد حضور نے نظر اٹھا کر کلام فرمایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۱۷۹، قدیم نسخہ)

احترام مسجد:

نماز جمعہ کے لیے جس وقت تشریف لاتے فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے اور اسی پر بس نہیں بلکہ جس درجہ میں ورود مسعود ہوتا تقدیم سلام ہوتی جاتی اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر درجہ میں وسطی در سے داخل ہوا کرتے اگرچہ آس پاس کے درون سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً و جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوئی کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے

نہیں دیکھا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۷۹، قدیم نسخہ)

ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے، شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی حضور کو نماز عشا کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چادر تہ کر کے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی اور اس پر بادو باراں کا طوفان یوں ہی جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ جزاہ اللہ عن الإسلام خیر الجزاء۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۷۹، قدیم نسخہ)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضۂ فجر ادا کرنے کے لیے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانۂ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں مگر قربان اس ذات کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے، تو سیدھا توسیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا قدیمی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا اور اسی پر بس نہیں صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۱۷۷، قدیم نسخہ)

مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس لیے حضور اس موقع پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصے پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے پھر الٹے میں، بیت الادب میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے شاید اس میں دو مصلحت مضمر تھیں ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے، دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے اسی لیے احتیاط ملحوظ رکھتے۔ الحمد للہ۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۱۷۸، قدیم نسخہ)

خلاف شرع کام سے بیزاری:

نبیرۂ محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ مدرستہ الحدیث پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے، ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم راہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں، اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علی احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے دوسرا کوئی ہوتا تو بگڑ جاتا لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمال بے نفسی و حق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے تو شاہ جی میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسٹیشن تک پہنچانے گئے اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ مولانا اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بیٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا، اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا، یہ تھے ان حضرات کے مابین ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین. کے جلوے-رضی اللہ تعالیٰ عنہما-وللہ الحمد۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۰، قدیم نسخہ)

احتیاط فی الدین:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات صلاۃ خمسہ فقیر استخراج کرتا ہے اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانۂ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے جو ۱۰-۱۵ منٹ میں واپس آجاتا ہے، دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں "صحیح" مرقوم ہے بجز ایک کالم کے کہ اس کے آخر میں لفظ "خیر" تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (X) بنا دیا تھا، چناں چہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا جو سکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا، اگر چہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا مگر غلطی تو تھی اس لیے بجائے صحیح کے لفظ خیر ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ

پاک متبرک و بے مثل محتاط صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ کوئی لفظ کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۱۸۱،قدیم نسخہ)

شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے نقشہ اوقات صلاۃ خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے حضور بعد عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادرم قناعت علی کے حوالہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شہر سے باہر بلند مقام پر پہنچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے، حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے یہ منظر دیکھنے کے لیے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خان صاحب اور نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے، ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تار گھر سے ملی ہوئی اور تھی نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب ہم چاروں شخصوں کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارہ جھلک دے رہا ہے تو وقت میں بھی سکنڈ باقی ہیں یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا ادھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا، یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ سبحان اللہ نکل گیا، اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا ہے، حضور کے روبرو صحیح ثابت ہو جائے، چناں چہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا، حضور نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نقشے کے مطابق غروب ہوا۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۱۸۱،قدیم نسخہ)

برسات کا موسم تھا، عشا کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا، اس زمانہ میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ

ایک لالٹین میں معمولی چار شیشے لگوا کر کُپی میں ارنڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر جا کر رکھ دی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی اور ارشاد فرمایا: حاجی صاحب آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا، کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے، انھوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے فرمایا: راہ گیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں، ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے تو مضائقہ نہیں، چناں چہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

حضرت ملک العلما کہتے ہیں کہ اگر چہ اس لالٹین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا، مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: اتقوا مواضع التھم. بچو اعتراض کے مواقع سے یعنی اگر چہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن و تشنیع کا موقع اس سے ملتا ہو اس سے احتیاط کرو نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامۂ مخلصین و معتقدین اس لالٹین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہو سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا، اللہ اکبر یہ ہے نشان امامت اہل سنن و غلامی سرکار رسالت کا جلوہ، وللہ الحمد۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۲، قدیم نسخہ)

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دکھنے آگئی تھیں، اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدّد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے (سید ایوب علی صاحب کو) پاس بلا لیا اور فرمایا سید صاحب دیکھیے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۳، قدیم نسخہ)

نماز میں احتیاط:

ایک دن عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد

کے اپنے کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا: آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی، میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ انھوں نے کہا کہ حضرت تواب پڑھ رہے ہیں مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے انھوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجیے وہ پڑھ رہے ہیں، میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے، مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا، ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا، کیوں کہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا، اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پھر پڑھ لی۔

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کے سمجھ میں نہیں آتا صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی، یہ بزرگ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا بعدہ معلوم کیا یہ کون صاحب تھے تب ان سے ملنے ان کے قیام گاہ پر گیا، اعجاز قرآنی کے سلسلہ میں فرمایا: میں ایک مرتبہ ایران گیا وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا ہے، اس کی پرستش کرتے ہیں، ان سے مباحثہ کے لیے لوگوں نے میرا نام لے دیا، میں نے کہا: یہ لوگ جسے پوجتے ہیں انھیں سے پوچھ لو یعنی آتش کدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے لوگوں نے اس کو محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ و وقت معین کر کے مناظرہ کا اعلان کر دیا، وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی، اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا کہ چلیے۔ اب گھبرایا اور رکا۔ میں نے خیال کیا اکہ اگر میں بھی رکا تو لوگ محض دھمکی سمجھیں گے، اس لیے تنہا اس آتش کدہ میں چلا گیا، اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے، میں نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتش کدہ میں چلے گئے؟ فرمایا: قرآن مجید لے کر یہ سمجھ کر چلا گیا جب ہم کو قرآن نار جہنم سے بچائے

گا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا۔ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگالیں، ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا، دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی تو فرمایا آج ساری رات روتے گزری یہی کہتا رہا کہ خداوندا تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۳-۱۸۴، قدیم نسخہ)

صلابت مذہبی و حق گوئی:

حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خان صاحب تشریف لائے تھے، کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بیٹھا دیا تھا، انھوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے، چوں کہ اس میں حیات انبیا علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور جناب مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا آپ اجازت دیں تو میں اس کو منبر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا: مولانا ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خان صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بیٹھایا کیجیے، جن کے سامنے بیان کرنے والے کے لیے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے، اسی سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا کہ انھیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں، وعظوں میں جانا چھوڑ دیا ہے اور حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۵، قدیم نسخہ)

داڑھی اور وظیفہ:

جناب حاجی کفایت اللہ صاحب جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت

کرتے ہیں، کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی، جب حضرت نماز پڑھ چکے تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے انھوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، جس وقت وہ مرید ہوئے تھے، ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی۔ انھوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: جس وقت تمھاری داڑھی حد شرع کے مطابق ہوجائے گی اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتادوں گا وہ صاحب ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتادیا جائے۔ حضرت نے فرمایا جب تک تم داڑھی حد شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے، اس وقت تم کسی کی سفارش لاؤ تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا، جب داڑھی تمھاری حد شرع کے مطابق ہوجائے گی میں خود ہی بتادوں گا اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۵، قدیم نسخہ)

بدمذہب سے نفرت:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے، تالیف قلوب کے لیے اس سے بات چیت کر لیجیے کہ اتنے میں وہ بھی آگیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے، ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گیا، حضور کے مخاطبہ نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے ملاقات کے لیے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرمالینے میں کیا حرج تھا، حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے، پھر فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف سے تشریف لا رہے ہیں راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے، امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لیے حکم فرماتے ہیں،

خادم کھانا لاتا ہے اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے، وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے، امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں کھانا فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے، خادم فوراً تعمیل کرتا ہے، خود حضور سید عالم ﷺ نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوایا اخرج یا فلان فانك منافق اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۸۹، قدیم نسخہ)

نوابوں کی تعظیم اور نذر سے پرہیز:

ایک مرتبہ نواب رام پور (حامد علی خاں) نینی تال جا رہے تھے، اسپیشل بریلی شریف پہنچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب (جو نواب کے ہم راہ تھے) اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدار المہام کی معرفت بطور نذر اسٹیشن سے حضور (اعلیٰ حضرت) کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقع دیا جائے، حضور کو مدار المہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدار المہام صاحب سے فرمایا کہ میاں کو میرا اسلام عرض کیجیے اور یہ کہیے گا، یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیے، نہ کہ میاں مجھے نذر دیں، یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جائیے، فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں والیانِ ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ملک العلما لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین و شرع سے ناواقف لوگ شدت و غلظتِ طبیعت یا مقتضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے لیکن در حقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے اور علمائے کرام کا معمول تھا۔ چناں چہ رسالہ ”عرصہ ظہور“ مصنفہ سید شاہ ابوالخیر محمد نور الحق صاحب رحمانی میں ہے ”بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی بعد ازاں اعلیٰ و ادنیٰ جو آیا

سب کی تعظیم فرماتے رہے، بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی اور کوئی بھی آیا اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی، بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ اس کا وزیر بھی آیا تو کوئی تعظیم نہ فرمائی بعد ازاں چوبدار شاہی سامنے آیا اس کی تعظیم فرمائی، بادشاہ متعجّب ہو کر مستفسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمائیے اور ہر جگہ دیکھا ہوا حال بیان کیا، آپ نے فرمایا: حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجود میں ہیں لہٰذا سب میں جلوۂ یار ان کو نظر آتا ہے اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہود کا غلبہ ہے لہٰذا مشاہدہ عظمت الٰہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر پابند شرع ہے تم اُلوالامر ہو تمھاری تعظیم لازم ہے اور یہ وزیر رافضی ہے لہٰذا قابل تعظیم نہیں اور چوبدار تمھارا حافظ قرآن ہے اس واسطے میں نے تعظیم کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۹۲، قدیم نسخہ)

تشبہ سے پرہیز:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق محرر چونگی ساکن محلہ ذخیرہ حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ سے مرید ہیں اور حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے از حد معتقد کہ اکثر لوگ انھیں حضور ہی کا مرید جانتے ہیں، محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ان پر نظر پڑتی ہے ارشاد ہوتا ہے ”منشی جی عشرۂ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہیے، ایک سبز کہ عَلم داروں کا لباس ہے، دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں، جنھوں نے شہادت امام عالی مقام پر خوشی منائی تھی، تیسرا سیاہ یہ روافض کا لباس ہے، آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے، یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی اور برہنہ سر بیٹھ گئے، ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کر لیا اور فوراً حکم ہوا کہ اندر مکان سے میری ٹوپی منگالو یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی، منشی جی کو پیش کرنے لگا مگر کیا وہ اس بات کو نہیں سمجھتے

تھے، انھوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی اور اتنی دیر یوں ہی بیٹھے رہے جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کرلی، اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میں رویت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا اس کے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا اس لیے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے مگر میں نے احتیاطاً اس مرزئی کو اتار دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۹۴، قدیم نسخہ)

علما کی خودداری:

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خاں صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو جن کا نام اس وقت خیال سے اترا ہوا ہے اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا اور خوش آواز آدمی تھے نعت شریف نور کا قصیدہ پڑھنے بیٹھا دیا تھا، مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانہ عرس میں آبیٹھتے تھے، مولوی حامد رضا خاں صاحب پڑھ رہے تھے کہ مولانا تشریف لے آئے مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوالیا مجھے خیال گزرا کہ کہیں مولوی حامد رضا صاحب پر ناراض نہ ہوں میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کرکے انھیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا، مولوی حامد رضا خاں صاحب پہنچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں نے فرمایا کہ حضرت میں علما کے لیے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ و ترنم سے نعت پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا اور مجھے صاحب زادہ صاحب (یعنی فقیر کے بڑے لڑکے سید غلام محی الدین فقیر عالم) سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا نامناسب معلوم ہوا تھا

(فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبد القادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے)

علامہ ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

ان مرزا صاحب کا نام مرزا اسماعیل بیگ تھا، یہ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے اور اعلیٰ حضرت کے مکان سے پچھم ان کا مکان تھا، جس کا ایک حصہ حضرت حجۃ الاسلام نے خرید کر خانقاہ میں شامل کر لیا ہے اور دوسرے حصہ کے متعلق حضرت مفتی اعظم کے لیے بات چیت مرزا صاحب مرحوم کے منجھلے صاحب زادے احمد مرزا صاحب سے ہو رہی ہے، ممکن ہے کہ وہ بھی شامل خانقاہ ہو جائے۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کے والد کا نام نامی مرزا ابراہیم بیگ تھا، جو مرزا اسفندیار بیگ کے صاحب زادے تھے، انھیں مرزا اسفندیار بیگ کی صاحب زادی حسینی خانم سے حضرت رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں صاحب کی شادی ہوئی اس وجہ سے جناب مرزا اسماعیل بیگ صاحب اعلیٰ حضرت کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۹۵، قدیم نسخہ)

محبت و عزت علما:

حضرت ملک العلما لکھتے ہیں: میرے زمانۂ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت و مشائخ کرام و داعیان دین و ملت و دیگر حضرات اہل سنت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے، کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں، ان سب کی خاطر مدارت حسب مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کے مسرت کی جو حالت ہوتی احاطۂ تحریر سے باہر ہے، خصوصاً حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی و حضرت ابوالوقت شیر بیشہ سنت مولانا ہدایۃ الرسول صاحب لکھنوی، حضرت مولانا سراج الدین ابوالذکاء شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری، حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رام پوری، حضرت مولانا شاہ ریاست علی خاں صاحب شاہ جہاں پوری، مولوی اعظم شاہ صاحب شاہ جہاں پوری، حضرت مولانا عبد الاسلام شاہ عبد السلام صاحب جبل پوری، حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہ آبادی، حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی اور ان کے صاحب

زادے حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب، جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی، مولانا محمد عمر الدین صاحب ہزاروی، نزیل ممبئی، حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم اللاہوری، جناب مولانا احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی، مولانا حبیب اللہ صاحب میرٹھی، حضرت استاذ مولانا شاہ عبداللہ صاحب الہ آبادی، ثم الکانپوری، مولانا مشتاق احمد صاحب کان پوری، مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڑھی، مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی، مولانا سید شاہ عبدالغنی صاحب سہسرامی وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے، ان میں حضرت محدث سورتی اکثر و بیش تر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلول جناب مولانا شاہ ہدایۃ الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی اور جگہ جگہ وعظ ہونے لگتے اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی، وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا شہر بھر میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۹۸، قدیم نسخہ)

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے، دوران قیام میں ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا، مِن جملہ اور متوسلین و معتقدین کے خود حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لیے چوں کہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلین کر لیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے، یکایک کہاروں نے کاندھا بدلنے کے لیے پالکی روکی۔ چوں کہ حضرت محدث صاحب تیز روی سے ہم راہ تھے لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا، جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پا پالکی کے ہم راہ ہیں کہاروں کو حکم فرمایا پالکی کو یہیں رکھ دو اور فرمایا مولانا یہ کیا غضب کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: حضور تشریف تو رکھیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، محدث صاحب نے فرمایا: آپ بہت

کم زور ہیں اور ابھی مکان دور ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے تب میں پالکی میں بیٹھوں گا، ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا، بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی چوں کہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کے لیے بھیجی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۱۹۹، قدیم نسخہ)

تعظیم حجاج وزوار رسول ﷺ:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے، پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے، نہ التفات فرماتے، ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے، چناں چہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی، وہ آب دیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں، ہاں! حضور مگر صرف دو روز قیام رہا، حضور نے قدم بوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا: وہاں کی تو سانسیں بھی بہت ہیں آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا۔

انھی کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینہ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند ہندی حجاج قیام گاہ پر ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں، جس میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلہ مسجد نیاریاں بھی آتے ہیں، میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدرالشریعہ مولانا، مولوی حاجی مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ آمد پر بہ نفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے، مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا، یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کی حضور نے ؂

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے　　　کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی جس کو پڑھ کر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا، اس کے اختتام پر حضرت شیخ صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خواہر زادہ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی اور مداح الحبیب علیہ الرحمۃ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا، مجمع کافی ہو گیا تھا چناں چہ شیرینی آنے پر قیام ہوا، دیر زیادہ ہو گئی تھی عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے لہٰذا حضور نے فرمایا نیت پر مدار ہے یوں ہی تقسیم شروع کر دو۔

ناظرین کرام! میرے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے مستری صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ چوں کہ مولانا کی آمد اور حضور کے ریلوے اسٹیشن تشریف لے جانے کی خبر رات ہی میں عام ہو چکی تھی، لہٰذا میں نے نماز فجر حضور ہی کی مسجد میں پڑھی نیز اور مسلمان بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے، بعد نماز کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ریلوے جنکشن والے بنن میاں کی فٹن بسا اوقات سواری کے لیے آیا کرتی تھی اور وہ اس وقت تک آئی نہ تھی، ریل کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا، میں بغیر کسی سے کچھ کہے سواری کی تلاش میں کتب خانہ دوڑتا ہوا گیا، ایک تانگہ والے سے کہا اس نے کہا کہ حضو تو بنن کی فٹن میں جاتے ہیں، غرض میرے اصرار سے وہ چلا آیا۔ چناں چہ جب تانگہ حضرت منجھلے میاں صاحب کے مکان کے موڑ پر پہنچا تو تانگہ والے نے کہا کہ گاڑی کھڑی ہے، میں نے اتر کر تانگہ سے دیکھا تو واقعی کچھ حصہ چمک رہا تھا اور سب لوگ پھاٹک پر جمع تھے، مسجد کے قریب یا جہاں تک تانگہ پہنچا تھا کوئی نہ تھا، مختصر یہ کہ تانگے والا واپس جانے لگا تو میں نے ایک چونی اپنی جیب سے نکال کر اسے دی، اس نے کہا بھی کہ رہنے دیجیے، مگر میں نے اس کے حوالہ کر دی اور وہ گلی کے موڑ ہی سے واپس چلا گیا، اس کے جانے اور میرے چونی دینے کو کسی نے نہ دیکھا، اب میری چار پانچ روز کے بعد حاضری ہوتی ہے، اس وقت حضور مجھے ایک چونی عطا فرماتے ہیں، میں عرض کرتا ہوں حضور یہ کیسی ہے، ارشاد فرماتے ہیں، اس روز تانگہ والے کو جو آپ نے دی تھی، میں نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضور ہی کی تھی لینے میں قدرے تامل کیا مگر با یمائے دیگر حضرات کہ اس تبرک کو کیوں چھوڑتے ہو اسے

ہاتھ بڑھا کر لے لیا، چناں چہ جب تک وہ میرے پاس رہی نمایاں برکات میں نے پائے۔(حیات اعلیٰ حضرت،ج:۱،ص:۲۰۹،قدیم نسخہ)

آپ اسلام کے سچے علم بردار اور کتاب و سنت کے ناشر و داعی تھے، اہل اسلام سے محبت اور دشمنان اسلام سے نفرت آپ کی سرشت میں داخل تھی، یہ صفت آپ کی ذات گرامی میں اس لیے نمایاں تھی کہ آپ سید کونین ﷺ کے سچے نائب اور صحیح وارث تھے، آپ تعلیمات اسلامی پر سختی سے عامل تھے، خلاف شرع کوئی قدم اٹھانا گوارا نہ کرتے، آپ کی عملی زندگی میں اس کے شواہد بے شمار ہیں۔ آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی مسلمانان عالم کے لیے، درس عبرت ہے، اخیر میں دعا کرتے ہیں کہ پروردگار عالم ہمیں بھی اپنے اسلاف کا کردار و عمل اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

ماخذ

قرآن مجید — منزل من اللہ — مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل بخاری — مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
صحیح مسلم — مسلم بن حجاج — مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
مشکاۃ المصابیح — محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی — دارالفکر بیروت
بہار شریعت — علامہ محمد امجد علی اعظمی — دعوت اسلامی
سیرت اعلیٰ حضرت — علامہ حسنین رضا بریلوی — امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف
حیات اعلیٰ حضرت — ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری — قادری کتاب گھر بریلی شریف۔